Volume 03, Issue 03,
July-September 2025
PP: 30-52
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN Research Journal
P-ISSN : 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

https://doi.org/10.63283/IRJ.03.03/08

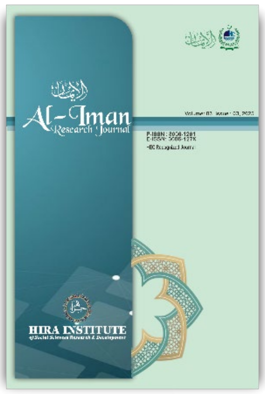

اسباب الاختلاف فی التفسیر کی روشنی میں تفسیر الکشاف کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Interpretation of al-Kashshāf in Light of the Causes of Differences in Tafsīr

Zarqa Zulifqar [1]*, *Dr. Hafiz Muhammad Ramzan* [2]

Article History

Received
12-08-2025

Accepted
16-09-2025

Published
24-09-2025

Indexing

Abstract

This study undertakes an analytical examination of the phenomenon of differences in Qur'ānic interpretation, with special reference to al-Kashshāf, the celebrated exegesis by al-Zamakhsharī. The article begins by defining disagreement in tafsīr and explaining its scholarly importance within the broader discipline of Qur'ānic studies. It highlights how even the noble Ṣaḥābah (Companions of Prophet Muḥammad ﷺ) occasionally differed in their interpretation of certain verses, illustrating that interpretive variation has been present since the earliest generations. The study then explores the causes of these disagreements, including linguistic diversity, contextual circumstances, juristic reasoning, and methodological approaches to tafsīr. Concrete examples of ikhtilāf al-tafsīr are presented to demonstrate both the challenges and the benefits of scholarly disagreement, such as the enrichment of Qur'ānic understanding and the promotion of intellectual diversity within Islamic thought. The paper then introduces al-Zamakhsharī, the author of Tafsīr al-Kashshāf, outlining his methodology, theological inclinations, and linguistic precision. Selected examples from al-Kashshāf are analyzed to illustrate how interpretive disagreements manifest within his tafsīr, especially regarding issues of grammar, rhetoric, and theological perspectives.
In conclusion, the study synthesizes the discussion by emphasizing that disagreement in tafsīr, when conducted within the boundaries of scholarly ethics, can serve as a source of intellectual richness rather than division. Finally, recommendations are offered for contemporary scholars on how to approach and benefit from differences in interpretation, followed by a comprehensive bibliography.

Keywords:
Ikhtilāf al-Tafsīr, Qur'ānic Interpretation, Ṣaḥābah, Tafsīr al-Kashshāf, Al-Zamakhsharī, Causes of Disagreement, Linguistic Diversity, Theological Perspectives, Intellectual Richness.

[1] *PhD Research Scholar, MY University, Islamabad, zarqazulifqar1986@gmail.com.* ***Corresponding Author**
[2] *Assistant Professor, Institute of Islamic Studies and Sharīʿah, MY University, Islamabad.*

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

HIRA INSTITUTE of Social Sciences Research & Development

مقدمہ

قرآن کریم ایک الہامی کتاب ہے اس کو اہل عرب اپنی مادری زبان میں ہونے کے باوجود سمجھنے میں مغالطہ کا شکار ہو جاتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی سمجھ بوجھ کے لئے نبی کریم ﷺ کا تحفہ دیا تاکہ آپ ﷺ سے مشکل القرآن کی وضاحت لی جاسکے۔ اوّلین مفسرین میں صحابہ کرامؓ کا مقام نمایاں ہے اس کے بعد تابعین و تبع تابعین نے اور بعد میں آنے والوں نے اپنا حصہ ڈالا۔ مفسرین نے اپنی اپنی فہم و سمجھ کے مطابق اس میں کردار ادا کیا، کسی نے کلامی مباحث سے تفسیر کی، تو کسی نے علمی اور کسی نے فقہی رنگ دے دیا، غرضیکہ علم تفسیر کی اہمیت ہر دور کے لحاظ سے مسلّم ہے۔ ماضی میں اس پر کام سید محمد کاظم شاکر، مترجم: سید حسنین عباس گردیزی نے کیا ہے اور آرٹیکل کا نام "تفسیری اختلافات کی وجوہات" ہے اور ایک آرٹیکل "تفسیر قرآن میں اقوالِ تابعین کا اختلاف، انواع اور وجوہات" کے نام سے شفیق الرحمان اور مبشر حسین نے لکھا ہے لیکن میرا تحقیقی کام ان سے مختلف ہے، میرا کام تفسیری اختلافات میں تفسیر کشاف کے حوالے سے ہو گا جو کہ ان سے یکسر مختلف عنوان ہے۔

اختلاف فی التفسیر تعارف و پس منظر

اختلاف فی التفسیر کا لغوی معنی

ابن منظور افریقی کے مطابق

اختلف الرجل:إذا لم یکن مثله[1]

اختلاف کا لغوی مطلب ہے ایک دوسرے سے مختلف ہونا

اختلاف فی التفسیر کا اصطلاحی معنی

تفسیر طبری کے حوالے سے اختلاف فی التفسیر کا اصطلاحی مفہوم کچھ یوں ہے:

اختلف العلماء فی التفسیرلاختلاف الارجاء والاسناد واطلاع کل منهم علی الروایة أو الفهم الخاص به،وهذا من سنن العلم[2]

علماء قرآن کی تفسیر میں اس لیے اختلاف کرتے ہیں کہ ان کی معلومات، اسناد اور فہم مختلف ہوتا ہے اور یہ علم کی سنت ہے۔

مندرجہ بالا لغوی و اصطلاحی تعریفوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اختلاف کا معنی مختلف ہونا ہے اور ہر انسان ایک دوسرے سے مختلف ہے اور اسی طرح سب کی علمی استعداد بھی مختلف ہے جس سے اختلاف کا پیدا ہو جانا لازمی امر ہے اور یہ علم کی سنت بھی ہے کہ اختلاف کیا جائے یا اختلاف ہو جائے۔

اختلاف سنت ربانی

اختلاف سنت ربانی ہے، اللہ کریم ﷻ نے بھی اس کا لحاظ رکھا ہے کہ سب کو ایک جیسا نہیں بنایا بلکہ الگ الگ بنایا، یہ اختلاف تنوع ہے۔ اللہ کریم جو اس کائنات کے بنانے والے ہیں وہ زیادہ جانتے ہیں کہ انسان کی کیا فطرت ہے اور اختلاف ہونا فطری امر ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالِمِين[3]

آسمانوں اور زمین کی تخلیق، انسانوں کی زبانوں اور رنگوں میں اختلاف اللہ کی نشانی ہے۔

اسی طرح اللہ کریم نے اختلاف حق واضح کرنے کی کسوٹی کے طور پر بیان کیا ہے مثلاً

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيه[4]

لوگ ایک ہی امت تھے لیکن اختلاف پیدا ہوا اور اللہ نے نبی بھیجے اور کتاب نازل کی تا کہ اختلاف میں حق واضح ہو۔

مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اختلاف ہونا برائی نہیں بلکہ سنت الٰہی اور کائنات کا حسن ہے اور اختلافات کی بدولت حق نکھر کر سامنے آتا ہے، کیونکہ انسان اختلاف کرتے ہوئے مخالف کے دلائل کو پرکھتا ہے اور غور و فکر کرتا ہے اور یہی غور و فکر مقصود کلام الٰہی ہے، اسی غور و فکر کے مقابلے میں اذہان کھلتے ہیں اور جمود کا خاتمہ ہوتا ہے اور اختلاف فی التفسیر بھی کوئی انوکھی بات نہیں بلکہ فطری امر ہے۔

اختلاف مابین صحابہ کرامؓ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین رسول ﷺ اور انبیاء علیہم السلام کے بعد کائنات کی سب سے عظیم ہستیاں تھیں اور ان میں عام انسانوں کی طرح خصائص رزیلہ نہیں بلکہ خصائص کریمہ پائے جاتے تھے اور ان کی اس صفت کا اللہ ﷻ نے بھی یوں اعتراف کیا:

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ[5]

جو لوگ ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہم ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم پر اور ان بھائیوں پر جو ہم سے پہلے ایمان لائے رحمت فرما اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے بغض نہ رکھنا۔ اے ہمارے رب! یقیناً تو رؤف و رحیم ہے۔

جب صحابہ کرامؓ کی یہ شان تھی کہ بغض ان کو چھو کر بھی نہیں گزرا لیکن پھر بھی ان میں اختلافات ہو گئے، تو یہ اختلافات ذاتی نوعیت کے نہیں بلکہ نظریاتی اختلافات تھے۔ جس کی چند مثالیں یہ ہیں:

مسئلہ قضاء الصوم کے بارے میں حضرت عائشہ و حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف

حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کے مابین روزے کی قضا کو لے کر اختلاف ہوا، جس کا ذکر صحیح مسلم میں یوں ہے:

قالت عائشة: إذا أفطر الرجل في رمضان، ثم أراد أن يقضي فليصم، وقال ابن عباس: لا، لا قضاء عليه[6]

حضرت امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اگر کوئی شخص رمضان میں (بلا عذر) روزہ توڑ دے پھر اسے قضا کرنا چاہے تو اسے روزہ رکھنا چاہیے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: نہیں اس پر کوئی قضا نہیں ہے۔

اب یہ جو ان کے درمیان اختلاف ہے وہ نظریاتی ہے، ذاتی قسم کا اختلاف نہیں۔ اگر ذاتی زندگی میں دیکھا جائے تو انہوں نے باہمی احترام و وقار قائم و برقرار رکھا۔

مسئلہ غسل جنابت اور امہات المومنین کے مابین اختلاف

اُمہات المومنین میں سے حضرت ام سلمہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے مابین غسل جنابت کے حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے حضرت عائشہؓ کے بقول

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ[7]

رسول اللہ ﷺ غسل کے بعد دوبارہ وضو نہیں کرتے تھے۔

اور حضرت ام سلمہؓ کے بقول كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَتَوَضَّأُ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ[8] نبی ﷺ وضو کرتے جیسے نماز کے لیے کرتے ہیں پھر غسل کرتے تھے۔

ان اقوال میں اختلاف وضو کو لے کر ہے جس کے حوالے سے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وأجمع الفقهاءعلى أن من اغتسل من الجنابة أجزأه ولم يحتج إلى وضوءآخر،غير أنهم استحبوا له أن يتوضأ وضوءه للصلاة[9]

فقہاء کا اجماع ہے کہ جنابت سے غسل کر لینا کافی ہے اور الگ وضو کی ضرورت نہیں، البتہ مستحب ہے کہ غسل سے پہلے نماز کی طرح وضو بھی کر لیا جائے۔

اگرچہ ان اقوال میں اختلاف ہے لیکن ازواج مطہرات کی ذاتی زندگی میں اختلافات کی بجائے محبت و آشتی نظر آتی ہے اور ان کا مقصد حیات اللہ کی رضا اور نیکیوں میں سبقت لے جانا تھا۔

مسئلہ قضائے حج کے بارے میں اختلاف

قضائے حج کے بارے میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مابین اختلاف تھا، حضرت ابن عباسؓ کے بقول ایک مرد آپ ﷺ کے پاس آیا جس کا والد فوت ہو چکا تھا اس نے آپ ﷺ سے پوچھا: کیا میں اپنے والد کی طرف سے حج کر سکتا ہوں ؟تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہارے باپ کے ذمہ قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتے ؟اس مرد نے جواب دیا: یارسول! ضرور ادا کرتا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

فدين الله أحقُّ[10]

اللہ کا قرض (یعنی حج) زیادہ حق دار ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔

حضرت ابن عمرؓ کے حوالے سے اختلاف منقول ہے کہ کوئی شخص حج بدل ادا نہیں کر سکتا اور اس کا ذکر امام شافعیؒ نے کتاب الاُمّ میں کیا ہے:

لا يحجّ أحد عن أحدٍ[11]

کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے حج نہیں کرے گا۔

ان دو حضرات کے اختلافات کثرت سے بیان ہوئے ہیں، لیکن ان کے اختلافات بھی ذاتی نوعیت کے نہیں تھے۔ ان اصحاب کے درمیان محبت و مودّت مثالی تھی، یہ اختلاف فروع میں تھے اصول میں اتفاق تھا۔

صحابہ کرامؓ کے مابین چند تفسیری اختلافات

صحابہ کرامؓ کے مابین تفسیری اختلافات بھی تھے لیکن یہ بھی ذاتی نوعیت کے نہیں تھے بلکہ اجتہادی نوعیت کے تھے اور ہر کسی کی سمجھ بوجھ کے مطابق تھے۔ ذیل میں چند مشہور اختلافات کا ذکر کیا جارہا ہے:

لفظ قروء کے بارے میں اختلاف

لفظ قروء کو لے کر صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہوا کسی نے اس کو حیض کہا اور کسی نے طہر۔ سورہ بقرہ میں ہے:

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ[12]

اب اس لفظ قروء کے بارے میں قول علی رضی اللہ عنہ ہے:

القرء:الحيض[13]

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے:

القرء:الطهر،وليس بالحيضة[14]

حضرت عائشہؓ کے قول کی تائید حضرت زید بن ثابتؓ نے بھی کی ہے ان کے بقول بھی قروء سے مراد طہر ہے۔

مسح سر کے بارے میں اختلاف

صحابہ کرامؓ کے مابین مسح سر کے بارے میں اختلاف ہے اور یہ تفسیری اختلاف ہے، اپنی سمجھ کے مطابق سب نے مراد لی۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ[15]

اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مؤقف ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا واجب ہے۔ یہ قول ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے:

مسح الرأس كلّه[16]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مؤقف بھی یہی ہے:

يمسح الرأس كلّه[17]

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ صرف کچھ حصہ کا مسح کرنے کے قائل ہیں، ان کا قول ہے:

مسح بناصيته[18]

پیشانی کے اوپر والے حصہ پر مسح کیا۔

قطع ید کی حدود پر اختلاف

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں قطع ید پر تو اتفاق ہے کیونکہ یہ اصل ہے حکم الٰہی ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا[19]

لیکن فرع میں اختلاف ہے کہ کس حد تک کاٹا جائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ہاتھ کو کلائی سے کاٹنے کے قائل تھے:

اذا سرق فاقطعوا يده من الكوع[20]

اگر وہ چوری کرے تو اس کا ہاتھ کہنی سے کاٹ دو۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ہاتھ کو کہنی کے نیچے کاٹا جائے:

تقطع اليد من المرفق[21]

ہاتھ کہنی سے کاٹا جائے۔

یہاں کوع (کہنی) سخت یعنی ہڈی والا حصہ ہے اور مرفق (کہنی) یہ اوپر یا نیچے گوشت والا حصہ مراد ہے۔

مدت عدت کے بارے میں اختلاف

اللہ کریم کا ارشاد ہے:

الَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا[22]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسئلہ وراثت ہو یا نہ ہو، عدت کی مدت چار ماہ دس دن ہی ہے:

عدتها أربعة أشهر وعشراً[23]

اس کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے۔

بعض دیگر صحابہؓ اور حضرت علیؓ کے بقول اگر عورت حاملہ ہو تو عدت وضع حمل ہے، چاہے یہ مدت چار ماہ دس دن سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ مصنف عبد الرزاق نے حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے:

عدة الحامل أن تضع حملها ولو بعد موت زوجها بساعة[24]

حاملہ عورت کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنے حمل کو پیدا کرے، چاہے اس کا شوہر وفات پا جائے حتیٰ کہ ایک گھنٹہ بعد ہی کیوں نہ ہو۔

قوت کی تیاری کے بارے میں اختلاف

اللہ کریم نے کفار کے مقابلے میں مستعد رہنے کا حکم دیا، ارشاد الٰہی ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ[25]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق قوت تیر اندازی اور اسلحہ پھینکنے کی مہارت ہے، آپ کا قول امام طبریؒ نے نقل کیا:

القوة:الرمي[26]

قوت: تیر اندازی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مطابق قوت سے مراد تلواروں کی تیاری اور ان میں مہارت ہے، ان کا قول بھی طبریؒ نے نقل کیا ہے:

القوة:السيوف[27]

قوت: تلواریں ہیں۔

مخلوق کی پانی سے پیدائش کے حوالے سے اختلاف

قرآن پاک میں اللہ کریم فرماتے ہیں:

وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِّن مَّاءٍ[28]

اس ضمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مؤقف ہے کہ ہر جاندار کی پیدائش پانی سے ہوئی۔ ان کا قول ہے:

كُل دابة خلقها الله من ماء[29]

ہر جاندار خدا نے پانی سے پیدا کیا۔

جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صرف حیوانات اور انسان کی پیدائش پانی سے ہوئی، ان کا قول ہے:

الله خلق الدواب والإنس من الماء[30]

خدا نے حیوانات اور انسان کو پانی سے پیدا کیا۔

فراغت کے بعد اجتہاد و کوشش کے حوالے سے اختلاف

صحابہ کرامؓ میں مندرجہ ذیل آیت مبارکہ کے حوالے سے تفسیری اختلاف ہے:

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ[31]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مؤقف ہے کہ انصراف سے مراد عبادت میں محنت جاری رکھنا ہے، تفسیر طبری میں یہ درج ہے:

إذا فرغت من العمل فاعمل واجتهد[32]

جب تم فارغ ہو جاؤ تو کام کرو اور محنت کرو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تحقیق کے مطابق انصراف سے مراد عمل کے بعد آرام کرنا ہے، ان کا قول یوں ہے:

إذا فرغت من العبادة فاسترح[33]

جب عبادت ختم ہو جائے تو آرام کرو۔

ذریعہ سرعت مغفرت کے بارے میں اختلاف

اس آیت مبارکہ کی تفسیر کے حوالے سے بھی اختلاف ہے:

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ[34]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مؤقف ہے کہ سب سے پہلے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا جائے، اس سے مغفرت تیزی سے ہوتی ہے۔ ان کا قول ہے:

يسرع الإنسان إلى الإيمان والعمل الصالح لنيل المغفرة[35]

مغفرت حاصل کرنے کا سب سے پہلا طریقہ ایمان اور نیک عمل ہے۔

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے مطابق صدقات اور خیرات کرنا تیزی سے مغفرت کا سبب بنتا ہے، ان کا قول ہے:

يسرع الإنسان إلى الصدقات والخيرات لنيل المغفرة[36]

انسان صدقات اور نیک کاموں میں تیزی کرے تاکہ مغفرت حاصل کرے۔

فقراء و مساکین کے دائرہ کار پر اختلاف

مندرجہ ذیل آیت مبارکہ کی تفسیر پر بھی صحابہ کرامؓ کا اختلاف ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ[37]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مطابق فقراء سے مراد وہ لوگ ہیں جو اموال کی کمی کے باعث محتاج ہوں، ان کا قول ہے:

الفقراء هم المحتاجون الذين لا مال لهم[38]

فقراء وہ محتاج لوگ ہیں جن کے پاس کوئی مال نہیں۔

اور حضرت عطاء ابن رباحؒ کے بقول فقراء میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کے پاس مال تو ہے لیکن اس وقت ان کو اس کی ضرورت ہو، ان کا قول ہے:

الفقرا ءهم الذين لديهم قليل من المال لكنه لا يكفي حاجتهم[39]

فقراء وہ لوگ ہیں جن کے پاس تھوڑا سا مال ہے لیکن ان کی ضرورت پوری نہیں ہوتی۔

وسعت نفس کے حوالے سے اختلاف

اس آیت مبارکہ کی تفسیر کے حوالے سے بھی اختلاف ہے:

لَايُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا[40]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مؤقف ہے کہ اس سے وسعت جسمانی اور مالی دونوں مراد ہیں اور ان کا قول ہے:

وسع النفس يشمل القوة المالية والجسدية[41]

وسع نفس میں مالی اور جسمانی طاقت شامل ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا موقف ہے کہ اس سے صرف مالی طاقت مراد ہے اور ان کا قول ہے:

وسع النفس يشمل القوة المالية فقط[42]

وسع نفس میں صرف مالی طاقت شامل ہے۔

مندرجہ بالا تفسیری اختلافات کا تجزیہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے یہ اختلافی مسائل اجتہادی نوعیت کے تھے اور ذاتی مفادات پر مبنی نہیں تھے۔ سب صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کی مدح سرائی ہی کرتے نہ کہ ہجو اور موجودہ دور کے اختلافات جیسی ان کی نوعیت نہیں تھی۔ اگر آپ ﷺ کے دور میں اختلاف ہوتا تب آپ ﷺ سے پوچھ لیتے اور آپ ﷺ کے وصال کے بعد اگر اختلاف ہوا تو صحابہ کرامؓ نے دوسرے صحابہ کرامؓ جن کو اختلاف ہوتا ان پر اپنی رائے مسلط نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی رائے کا احترام کرتے تھے۔ ان تفسیری اختلافات کا سرچشمہ تین چیزیں ہیں:

- قرآن کا متن
- نزول آیات کا موقع محل
- مفسر کی شخصیت

بہر حال صحابہ کرامؓ نے اختلاف میں بھی احتیاط کا دامن نہیں چھوڑا اور موجودہ دور اور صحابہ کرامؓ کے دور کے اختلاف میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

اختلاف فی التفسیر کے اسباب

اختلاف فی التفسیر کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

1. عربی زبان میں اختلاف
2. سبب نزول میں اختلاف
3. اجتہاد و فقہی سوچ کا فرق
4. مفسرین کے اسلوب و منہج کا فرق
5. قرآنی علوم میں مہارت کا فرق
6. مفسر کے معاشرتی و ثقافتی ماحول کا اثر

عربی زبان میں اختلاف

عربی زبان میں تفسیر کے اختلاف کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

- اختلاف لفظی
- اختلاف نحوی
- اختلاف فی التأویل
- السیاق التاریخی والاجتماعی
- الاختلاف الفقہی

- اختلاف فی مصادر المعرفۃ
- الاختلاف الشخصی والفکری

اختلاف لفظی

اس میں وہ اختلاف شامل ہوتا ہے جو ایک ہی لفظ کے مختلف معنوں میں استعمال سے پیدا ہوتا ہے، مثلاً یہ آیت مبارکہ

وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ[43]

اس کی تفسیر کے ضمن میں جریر طبریؒ لکھتے ہیں:

وَقِيلَ تَنَفَّسَتِ الصُّبْحُ أي أَشْرَقَتْ وظهرتْ ضوئها على الكون[44]

کہا گیا کہ "تَنَفَّسَتِ الصُّبْحُ"یعنی صبح کی روشنی نمودار ہو گئی۔

اور قرطبیؒ کا خیال ہے:

التنفس هنا أي حركة الهواء عند الصبح أو ظهور نسمات الصبح[45]

یہاں "تَنَفَّسَ" سے مراد صبح کی ہوا کی حرکت یا صبح کے جھونکوں کا نمودار ہونا ہے۔

اور ابن کثیرؒ کا ماننا ہے:

وتنفس الصبح أي ظهرت بركة الصبح ونضارته، وامتدت الحياة في الأرض[46]

تَنَفَّسَ الصبح "یعنی صبح کی برکت و نکھار نمودار ہوئی اور زمین پر زندگی کے اثرات پھیل گئے۔

ان سب اقوال میں ایک ہی لفظ کے مختلف معنی بیان ہوئے ہیں اور یہ لفظی اختلاف ہوا۔

اختلاف نحوی

اس کی مثال اس آیت مبارکہ سے سمجھی جا سکتی ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ[47]

اس میں لفظ رجالا منصوب ہے، مفسرین نے اس سے مراد فعل اور مراد کے لحاظ سے اختلاف کیا۔ ابن جریر طبریؒ کے بقول:

رِجَالًا منصوب، أي رجال من جنس البشر نُوحِي إليهم وهذا نصب التفصيل لا العموم[48]

"رِجَالًا" منصوب ہے یعنی انسانی جنس کے مرد جو اللہ کی وحی وصول کرتے ہیں اور یہ نصب تفصیل کے لیے ہے نہ کہ عمومیت کے لیے۔

اور امام قرطبیؒ کا خیال کچھ یوں ہے:

المراد برجال منصوبين أي مبعوثون مختصون ولم يرد بذلك العموم[49]

مراد مرد منصوب ہیں یعنی خاص بھیجے گئے افراد عام انسانوں کی طرف اشارہ نہیں۔

اور ابن عاشورؒ کے مطابق:

ورَجَالًا منصوب بالتمييز لأن المبتدأ والخبر لا يقتضيان نصبًا هنا إلا للتفصيل[50]

"رِجَالًا" کو تمیز کے لیے منصوب کیا گیا کیونکہ یہاں مبتداء اور خبر کی بنا پر نصب صرف تفصیل کے لیے آیا ہے۔

اختلاف فی التأویل

مفسرین کا باطنی معنوں کی تفسیر کے حوالے سے بھی اختلاف واقع ہو جاتا ہے، مثال کے طور پر اس آیت کے حوالے سے:

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ[51]

اس میں ید کے بارے میں اختلاف ہے، ابن کثیرؒ کے مطابق:

يد الله أي قوته وقدرته لا يَدًا مثل أيدي خلقه فإن الله سبحانه وتعالى ليس كمثله شيء[52]

اللہ کا ہاتھ اس کی قدرت اور قوت ہے نہ کہ مخلوق کے ہاتھ جیسا۔

اور قرطبیؒ کے مطابق:

وقد فسر بعض العلماء اليد هنا بالذات والصفة الخاصة بالله تعالى وبعضهم بالتجسيم حذرًا وأرجح القول أنها مجاز عن القوة[53]

بعض علماء نے یہاں ہاتھ کو اللہ کی ذات اور صفت کے لیے لیا اور بعض نے لفظی معنیٰ سے احتراز کیا اور غالب قول یہ ہے کہ یہ طاقت اور قوت کا مجازی اظہار ہے۔

السياق التاريخي والاجتماعي

اس میں آیت کے نزول کے مخصوص حالات پر مفسرین کا اختلاف ہونا مراد ہے، مثال کے طور پر آیت

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ[54]

مفسرین نے اس میں تاریخی واقعہ یا سماجی ماحول کو بنیاد بنایا۔ ابن جریر طبریؒ کے بقول

قيل إن هذه الآية نزلت حين أراد الله تعالى أن يذكر الناس يوم القيامة وعذابها العظيم وكان سبب النزول تذكيرًا للمشركين الذين كذبوا بالبعث[55]

کہا گیا کہ یہ آیت قیامت کے دن اور اس کے عذاب کے ذکر کے لیے نازل ہوئی اور سبب نزول مشرکوں کو تنبیہ کرنا تھا جو بعث پر کافر تھے۔

اور قرطبیؒ کے مطابق

هذه الآية نزلت لتخويف المشركين وتذكير المؤمنين بعظمة يوم القيامة وكان المجتمع آنذاك،لذلك جاء التنبيه شديدًا[56]

یہ آیت مشرکوں کو خوفزدہ کرنے اور مؤمنوں کو یاد دلانے کے لیے نازل ہوئی کیونکہ اُس وقت معاشرہ زیادہ تر مشرک تھا اس لیے تنبیہ سخت بیان کی گئی۔

اختلاف الفقہی

اس میں ایک ہی حکم کے بارے میں مختلف مکاتب فکر کی آراء ہوتی ہیں، مثال کے طور پر آیت

فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ[57]

اس میں زکوۃ کی مقدار، مستحقین اور واجب ہونے کا طریقہ مختلف فقہی مسالک کے حوالے سے مختلف ہے، امام شافعیؒ کے مطابق

فائدة الآية وجوب إقامة الصلاة وإخراج الزكاة بما يُحدده الشرع والزكاة تجب على الأموال التي بلغت النصاب[58]

آیت کا حکم نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا ہے اور زکوٰۃ اس مال پر واجب ہے جو نصاب تک پہنچے۔

اور حنفی مسلک کے مطابق

الزكاة تجب على النقود والممتلكات المعدة للتجارة والمواشي على حسب النصاب والأنصبة المختلفة والصلاة واجبة في أوقاتها[59]

زکوٰۃ نقد، تجارتی مال اور مواشی پر نصاب اور مقررہ حصوں کے مطابق واجب ہے اور نماز وقت پر واجب ہے۔

مالکیہ کے مطابق

المقصود إقامة الصلاة وزكاة المال والزكاة تجب على كل مال يُنتفع به ويختلف المقدار حسب نوع المال[60]

مقصد نماز قائم کرنا اور مال کی زکوٰۃ دینا ہے، زکوٰۃ ہر ایسے مال پر واجب ہے جس سے فائدہ حاصل ہو اور مقدار مال کی نوعیت کے مطابق مختلف ہے۔

اختلاف فی مصادر المعرفة

اس میں مفسرین نے مختلف مصادر استعمال کرتے ہوئے ایک ہی آیت کی مختلف تشریحات کی ہوتی ہیں، مثال کے طور پر اس آیت کی تشریح:

فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ[61]

اس میں اختلافات کے دوران رجوع الی الرسول ﷺ کا حکم ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ مفسرین نے کس ماخذ پر تشریح کی بنیاد رکھی یعنی کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، قول صحابہؓ یا اجماع میں سے کونسا محور رہا، ابن جریر طبریؒ اس آیت کی تشریح کے ضمن میں فرماتے ہیں:

المراد بالرد إلى الله والرسول الرجوع إلى الكتاب والسنة وذكر ما ورد عن الصحابة في حل النزاع[62]

مراد ہے قرآن اور سنت کی طرف رجوع کرنا اور صحابہؓ کے اقوال کو بھی مسائل حل کرنے میں مد نظر رکھا جائے۔

اور قرطبیؒ کے مطابق

يرى بعض العلماء أن المراد بالرد إلى الله والرسول الرجوع إلى النصوص الشرعية والأحاديث الصحيحة وبعضهم أورد أقوال التابعين[63]

بعض علماء کے نزدیک مراد نصوص شرعیہ اور صحیح احادیث کی طرف رجوع ہے اور بعض نے تابعین کے اقوال بھی شامل کیے۔

اختلاف الشخصی والفکری

یہاں مفسرین کی ذاتی سوچ کی بناء پر اختلافات ہو جاتے ہیں، مثلاً اس آیت کی تفسیر میں

وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا[64]

اس میں علم کے محدود ہونے پر اشارہ ہے اور اس ضمن میں سب نے اپنی اپنی ذاتی سوچ کی بناء پر تفسیر کی، جریر طبریؒ کے مطابق

المقصود أن علم البشر محدود وأنهم لا يدرون إلا ما أذن الله لهم بمعرفته وهذا معنى التحذير من الغرور[65]

مقصد یہ ہے کہ انسان کا علم محدود ہے اور وہ صرف وہی جانتا ہے جو اللہ نے اسے علم کی اجازت دی اور یہ غرور سے بچانے کی تنبیہ ہے۔

اور قرطبیؒ کے بقول

يؤكد أن الإنسان مهما تعلم يبقى علمه قليلًا أمام علم الله وبعض المفسرين نظر إلى الجانب الروحي والقلبي فالتواضع واجب[66]

یہ آیت بتاتی ہے کہ انسان کا علم اللہ کے علم کے مقابلے میں بہت کم ہے اور بعض مفسرین نے روحانی و قلبی پہلو پر زور دیا کہ تواضع لازم ہے۔

مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مفسرین کے اختلافات کی یہ سات وجوہات ہیں اور ان وجوہات کی بناء پر اختلافات ہونا لازمی امر ہے۔ ان اسباب کے ساتھ کچھ مفسرین نے کچھ اور اسباب بھی بیان فرمائے ہیں جن کو ملا کر کل سترہ بنتے ہیں:

اختلاف قرأت۔ اختلاف لغت۔ اشتراک لفظی۔ اعراب و نحو کا اختلاف۔ عموم و خصوص میں اختلاف۔ مطلق و مقید میں اختلاف۔ حقیقت و مجاز۔ ناسخ و منسوخ۔ سماعی روایات کا اختلاف۔ اسرائیلیات کی روایات۔ عقل و اجتہاد کا دخل۔ شان نزول کے اختلافات۔ علم و تخصیص میں فرق۔ فقہی مذاہب کا اثر۔ تعدد وجوہ ممکنہ۔ کلی و جزوی پہلو۔ روحانی و ظاہری معانی۔

ہمارا کردار یہ ہونا چاہیے کہ صحیح محقق ہونے کا کردار ادا کریں اور مفسرین کے صحیح اقوال کو لے لیں اور اس ضمن میں کسی مسلک کی بناء پر تعصب نہ کریں بلکہ جس مسلک سے بھی مفسر کا تعلق ہو اگر بات ٹھیک ہے تو اپنانے میں حرج نہیں۔

اختلاف فی التفسیر کے عوامل

اختلاف فی التفسیر کے عوامل مفسرین نے مندرجہ ذیل بیان کئے ہیں:

اختلاف لغت: ایک ہی لفظ کے کئی معانی مراد ہونا۔ مثلاً لفظ قروء۔ اس کے بارے میں سیوطیؒ فرماتے ہیں:

واعلم أن منشأ الاختلاف في التفسير: تارة يكون من جهة الألفاظ العربية واحتمالها للمعاني المتعددة، وتارة من جهة اختلاف القراءات وتارة من جهة النقل[67]

جان لو کہ تفسیر میں اختلاف کا سبب کبھی عربی الفاظ کی وجہ سے ہوتا ہے جو کئی معانی برداشت کرتے ہیں، کبھی قرأتوں کے اختلاف کی وجہ سے اور کبھی نقل (روایات) کے فرق کی وجہ سے۔

اختلاف القرآت: قرآن کی مختلف قرأت سے مفہوم بھی بدل جاتا ہے مثال کے طور پر

مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ (مالک/مَلِكِ

معرفت اسباب النزول و عدمها: جب مفسرین کو سبب نزول کا پتہ ہو تو وہ اس کی روشنی میں تفسیر کرتے ہیں اور جن کو علم نہ ہو وہ عمومی مفہوم مراد لیتے ہیں۔

اختلاف الفقہی والاجتہادی: سب مکاتب فکر کا اپنے اصول اجتہاد کے مطابق آیات کی تفسیر کرنا جیسے کہ عدت کی مدت وغیرہ۔

اختلاف قبول الاحادیث والآثار: کوئی مفسر کسی حدیث کو صحیح سمجھ کر لے لیتا ہے اور وہی حدیث دوسرے کے مطابق ضعیف ہوتی ہے اور وہ اس کو نہیں لیتا۔

تاثیر العقائد والأفکار: اس میں مفسرین ذاتی، کلامی یا صوفیانہ منہج وغیرہ اپناتے ہیں اور اپنے عقیدے کے مطابق تفسیر بیان کرتے ہیں۔

الخلفية العلمية والثقافية: مفسرین کا دور اس میں نمایاں ہوتا ہے کسی دور میں علم الکلام کا غلبہ ہوا تو کلامی مباحث نظر آئیں گی اور اگر فقہی عروج کا دور ہو گا تو فقہ کا رنگ غالب نظر آئے گا۔

ڈاکٹر محمد کاظم شاکر نے تفسیر میں اختلاف کے مندرجہ ذیل عوامل بیان کئے ہیں:

- متن قرآن
- اشتراک لفظی
- حقیقت و مجاز
- حروف کے معانی
- اطلاق و تقیید
- ضمیر کا مرجع
- اعراب کی صورتیں
- استثنا یا مستثنٰی منہ کی قسم
- تقدیر میں اختلاف
- لفظ کا مجمل ہونا
- قرأتوں کا اختلاف
- آیت کے نزول کی موقعیت
- مفسر کے اعتقادات و نظریات
- مفسر کی نگاہ میں مصادر / مراجع کا اختلاف
- مفسر کے مذہبی نظریات
- مفسر کے دور کے حالات ور جحانات
- اسلوب نگارش[68]

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اختلاف فی التفسیر پر یہ عوامل بھی اثر انداز ہوتے ہیں اور ان کی موجودگی میں اختلاف ہو جاتا ہے، اس ضمن میں اسباب اور عوامل کے بارے میں یہ وضاحت ہے کہ اسباب اور عوامل میں فرق ہے، جو یہ ہے:

اسباب: یہ وہ چیزیں ہیں جو براہ راست اختلاف کی پیدائش کا سبب بنتی ہیں اور یہ بنیادی و حقیقی ہوتی ہیں اور ان کی ایک مثال قرأت کا فرق ہے۔

عوامل: وہ عنصر جو اختلاف کی شدت کو بڑھادے اور یہ ثانوی اور ضمنی ہوتے ہیں اور اس کی مثال مفسرین کا علمی پس منظر ہے۔ اس لئے اسباب اور عوامل علیحدہ علیحدہ ذکر کئے ہیں۔

تفسیری حوالے سے اقسام اختلاف کی مثالیں

اختلاف کی عمومی طور پر دو قسمیں ہیں:

1. اختلاف تنوع

2. اختلاف تضاد

اختلاف تنوع

اختلاف تنوع وہ ہوتا ہے جو مختلف نقطہ نظر کے حوالے سے ہوتا ہے اور یہ ہر لحاظ سے صحیح ہوتا ہے، دوسرے کے نقطہ نظر سے معارض نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر قرآن کریم کی یہ آیت

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ[69]

اس کی تفسیر مفسرین نے اپنے اپنے فہم کے لحاظ سے مختلف کی ہے لیکن سب کی رائے درست ہے۔ امام طبریؒ کی رائے کا مفہوم یہ ہے:

صبر، مشکلات کا مقابلہ کرنے کی اخلاقی تربیت[70]

اور ابن کثیرؒ کی رائے کا مفہوم یہ ہے:

صبر، ایمان اور اللہ کی مدد پر بھروسہ کرنے کی علامت ہے[71]

مذکورہ بالا دونوں آراء درست ہیں اور ایک دوسرے سے معارض نہیں، یہی اختلاف تنوع ہے۔

اختلاف تضاد

اختلاف تضاد وہ ہے جس میں دو یا دو سے زائد آراء ہوں اور وہ ایک دوسرے سے معارض بھی ہوں، مثال کے طور پر یہ آیت

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا[72]

اس کی تفسیر مفسرین نے مختلف کی ہے اور مالکیہ، حنابلہ اور شوافع کا نقطہ نظر مختلف ہے۔ مالکیہ اور حنابلہ کے مطابق مفہوم یوں ہے:

دین کا اطلاق صرف عبادات اور شرعی احکامات تک محدود ہے۔[73]

اور شوافع کے مطابق مفہوم کچھ یوں ہے:

دین کے زمرے میں معاشرتی و اخلاقی اصول بھی شامل ہیں۔[74]

یہاں دو مکاتب فکر تو دین کے مفہوم کو محدود کر رہے ہیں جس کی بدولت دین صرف عبادات تک محدود ہے اور شرعی احکامات کے لئے ہی لاگو ہو گا، جبکہ تیسرا مکتبہ فکر دین کے دائرہ کار کو وسعت دے رہا ہے کہ دین صرف عبادات و شرعی احکامات تک محدود نہیں بلکہ پورے معاشرتی و ثقافتی عوامل کا احاطہ کرتا ہے۔ جیسا کہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

تفسیری ادوار اور مختلف مکاتب فکر کے حوالے سے اختلافات کی مثالیں

تفسیری ادوار کے بارے میں دیکھا جائے تو پہلا دور آپ ﷺ کا ہے، یہاں اختلاف نہ ہونے کے برابر تھا کیونکہ آپ ﷺ خود وضاحت فرما دیا کرتے تھے، اس کے بعد کے ادوار میں اختلاف زیادہ نظر آتا ہے۔ درجہ بدرجہ ان ادوار پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں:

دور صحابہؓ اور تفسیری اختلاف

دور صحابہؓ میں تفسیری اختلاف دور نبوی ﷺ سے زیادہ تھا کیونکہ آپ ﷺ رحلت فرما چکے تھے اور صحابہ کرامؓ اپنی رائے سے اجتہاد کرتے۔

مثال: سورہ بقرہ آیت 282 کی رو سے قرض کی تحریر لکھی جائے یا زبانی گواہی ہو، اس حوالے سے حضرت ابو ہریرہؓ کی رائے یہ ہے:

إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمى فاكتبوه[75]

جب تم ایک مقررہ مدت تک قرض دو تو اسے لکھ لو۔

اور حضرت علیؓ کا خیال ہے:

إذا كانا مسلمين فشهادتهما جائزة[76]

اگر دونوں مسلمان ہوں تو ان کی گواہی جائز ہے۔

دور تابعینؒ اور تفسیری اختلاف

دور تابعین میں بھی تفسیری اختلاف قائم رہا اور کسی تابعی نے کسی صحابیؓ کے قول کو ترجیح دی اور کسی نے کسی کے، البتہ اپنی رائے سے اجتہاد میں بھی یہ رنگ غالب رہا۔

مثال: سورت النساء آیت 43 وضو میں کچھ اعضاء دھونے میں رخصت کے حوالے سے حسن بصریؒ اور سعید بن مسیبؒ کے درمیان اختلاف ہے، حسن بصریؒ کا ماننا ہے:

يجب على المسلم أن يغسل جميع أعضاء الوضوء كاملة[77]

مسلمان پر واجب ہے کہ وضو کے تمام اعضاء کو مکمل طور پر دھوئے۔

اور سعید بن مسیبؒ کا ماننا ہے:

يجوز ترك بعض أعضاء الوضوء في بعض الحالات[78]

کچھ حالات میں وضو کے بعض اعضاء کو چھوڑ دینا جائز ہے۔

متقدمین اور تفسیری اختلاف

متقدمین بھی سابقہ ادوار کی روایات بر قرار رکھتے ہوئے اختلافات کرتے رہے، مثال کے طور پر سورت بقرہ آیت 177 میں ایمان اور اعمال کے تعلق کے بارے میں ابن تیمیہؒ اور ابن قدامہؒ کے مابین اختلاف ہے، ابن تیمیہؒ کا ماننا ہے:

الإيمان هو التصديق بالقلب، والإقرار باللسان، والعمل بالجوارح[79]

ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار اور اعضاء کے ذریعے عمل ہے۔

اور قدیمی حنبلی علماء کا ماننا ہے:

الإيمان قول باللسان واعتقاد بالقلب وعمل بالجوارح[80]

ایمان زبان سے قول، دل سے اعتقاد اور اعضاء کے ذریعے عمل ہے۔

متاخرین اور تفسیری اختلاف

متاخرین میں بھی تفسیری اختلافات پنپتے رہے، سورت رعد کی آیت أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ کی تفسیر کے حوالے سے امام فخر الدین الرازیؒ اور امام آلوسیؒ کے مابین اختلاف ہے، امام فخر الدین رازیؒ کے بقول

المراد بذكر الله هٰهنا العلم بالله والمعرفة بجلاله وكماله فإن القلب يطمئن إذا عرف الحقائق وزال عنه الشك[81]

یہاں ذکر اللہ سے مراد اللہ کا علم اور اس کی عظمت و کمال کی معرفت ہے۔ بے شک دل اس وقت مطمئن ہوتا ہے جب وہ حقائق کو پہچان لیتا ہے اور شک اس سے دور ہو جاتا ہے۔

اور امام آلوسیؒ کے بقول

والمراد بذكر الله كل ما يُذكَر به سبحانه من تسبيح وتهليل وقراءة قرآن وصلاة ودعاء...فبذلك تسكن القلوب وتستأنس الأرواح[82]

ذکر اللہ سے مراد ہر وہ عمل ہے جس کے ذریعے بندہ اپنے رب کو یاد کرتا ہے خواہ وہ تسبیح ہو یا تہلیل، قرآن کی تلاوت ہو یا نماز اور دعاء۔ انہی اذکار اور عبادات کے ذریعے قلوب کو اطمینان نصیب ہوتا ہے اور ارواح حقیقی سکون اور انسیت حاصل کرتی ہیں۔

فقہی دور میں تفسیری اختلاف

سورت بقرہ آیت 267 ادائیگی زکوٰۃ کے حوالے سے مختلف فقہی مکاتب کے درمیان اختلاف ہے، شوافع کا ماننا ہے:

وأجمع العلماء على أن في النقدين الذهب والفضة زكاة وكذلك في عروض التجارة إذا بلغت قيمتها نصاباً وفيها ربح أو لم يكن[83]

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ سونے اور چاندی میں زکوٰۃ ہے اسی طرح تجارتی اموال میں بھی جب ان کی قیمت نصاب تک پہنچ جائے، چاہے ان میں نفع ہو یا نہ ہو۔

اور حنفی و حنبلی مؤقف یہ ہے:

وأما عروض التجارة ففيها الزكاة إذا بلغت قيمتها نصاباً سواء كانت من جنس ما تجب فيه الزكاة كالمكيل والموزون أو لم تكن كالثياب والعقار[84]

جہاں تک تجارتی سامان کا تعلق ہے تو اس میں بھی زکوٰۃ واجب ہے جب اس کی قیمت نصاب تک پہنچ جائے خواہ وہ ایسی چیز ہو جس میں بذاتِ خود زکوٰۃ واجب ہے جیسے غلے اور ماپ تول کی اشیاء یا نہ ہو جیسے کپڑے اور زمین۔

کلامی مکاتب فکر کے اختلاف

کلامی مکاتب فکر نے بھی تفسیری اختلافات کئے اور اپنے عقیدے کے مطابق تفسیر کی جیسے کہ سورت قیامت آیت 22 میں رویت باری تعالیٰ کے حوالے سے سب کی مختلف آراء ہیں، معتزلی مفسرین کا ماننا ہے:

النظر هنا بمعنى الانتظار أي:تنتظر ثواب ربها لا رؤيته لأن الله تعالى لا يُرى[85]

یہاں نظر سے مراد انتظار ہے یعنی وہ اپنے رب کے ثواب کی منتظر ہوں گی نہ کہ دیدار کیونکہ اللہ کو دیکھا نہیں جا سکتا۔

جبکہ اشعری مفسرین کا ماننا ہے:

هذه الآية من أقوى الدلائل على جواز رؤية الله تعالى في الآخرة إذ لا معنى للنظر هنا إلا الرؤية بالأبصار[86]

یہ آیت آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کے جواز پر سب سے قوی دلیل ہے کیونکہ یہاں نظر کا کوئی مطلب نہیں سوائے آنکھوں سے دیکھنے کے۔

ماتُریدی مفسرین کا یہ مؤقف ہے:

النظر إلى الله لا على جهة الإحاطة والكيفية بل على ما يليق بجلاله خلافاً للمعتزلة[87]

اللہ کی طرف نظر کا مطلب احاطے اور کیفیت کے ساتھ دیکھنا نہیں بلکہ ویسا ہی دیکھنا ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے معتزلہ کے خلاف۔

حاصل کلام

قرآن کی تفسیر پر مختلف خیالات رکھنا ایک قدرتی اور علمی معاملہ ہے اور اس نے مختلف زمانوں میں افراد کی سمجھ، کوشش اور پس منظر کے مطابق مختلف شکلیں اختیار کی ہیں۔ صحابہؓ کے درمیان جو متنوع اختلافات تھے وہ اکثر بنیادی اختلافات کی بجائے مختلف زاویوں کی بنیاد پر تھے۔ ان اختلافات کا مقصد یہ تھا کہ آیات کے معانی مختلف پہلوؤں سے روشن ہوں۔ یہ معاملہ تابعین میں بھی اور بعد کے ادوار میں بھی نمایاں ہوا۔ بعض اوقات ایک ہی آیت کے سلسلے میں کئی مختلف اور متضاد زاویے پیش کیے گئے لیکن یہ کوئی بنیادی مسئلہ نہیں تھا۔ قدیم مفسرین جیسے امام طبری وغیرہ ان سب آراء کو جمع کر کے دلائل اور تشریحات کے ساتھ اس طرح منظم کرتے تھے کہ نقطہ نظر واضح ہو جاتا، خاص طور پر وہ روایات اہمیت رکھتی تھیں جن کی بنیاد حدیث، زبان اور اجماع پر تھی۔ جدید مفسرین جیسے قرطبی، ابن کثیر اور رازی نے اس معاملے کے ساتھ فقی، کلامی اور عقلی پہلوؤں کو بھی ملایا۔ اس میدان میں ان کے بعد فقہی مفسرین یعنی ائمہ اربعہ اور ان کے پیروکاروں نے تفسیر کے اختلافات کو فقہی مسائل کے ساتھ وابستہ کیا، اسی لیے ان آیات کی تفسیر جن میں فقہی مکاتب فکر میں اختلاف پایا جاتا ہے جیسے زکوٰۃ، وضو اور وراثت وغیرہ ان میں نمایاں اختلافات موجود ہیں۔ اسی طرح خدا کی بصیرت، اللہ کی صفات اور تقدیر و آبادی کے موضوعات میں ان کے درمیان واضح اختلافات دکھائی دیتے ہیں۔

الاختلاف فی التفسیر، تفسیر کشاف کے تناظر میں

تفسیر کشاف میں اختلافی پہلو دیکھنے سے پہلے تفسیر و مفسر کا تعارف دیکھتے ہیں کہ تفسیر کشاف کا اصل نام، مفسر کا پورا نام کیا ہے؟

تفسیر کشاف و مفسر کا مختصر احوال

تفسیر کشاف کا پورا نام الْكَشَّافُ عَنْ حَقَائِقِ غَوَامِضِ التَّنْزِيلِ وَعُيُونِ الْأَقَاوِيلِ فِي وُجُوهِ التَّأْوِيلِ ہے اور یہ أبو القاسم محمود بن عمر بن محمد بن عمر الزمخشري الخوارزمي (467ھ-538ھ) کی تصنیف کردہ ہے۔ مصنف کو مختصراً امام زمخشری یا جاراللہ کہا جاتا ہے۔ جاراللہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ کافی عرصہ مکہ مکرمہ میں گزارا اور وہیں عمر کے آخری حصے میں یہ تفسیر 526 سے 528 ہجری کے درمیان لکھی۔ ان کی تفسیر کی تعریف امام ذہبیؒ نے ان الفاظ میں کی:

بغيراعتزازه بالاعتزال قد كتب لم تكن كما كتبها أحد قبله لما فيه من وجوه الإعجاز وجمال نظمه وبلاغته[88]

اگر اس کے اعتزالی رجحان کو نظر انداز کر دیا جائے تو اس نے ایسی تفسیر لکھی ہے جیسی اس سے پہلے کسی نے نہیں لکھی کیونکہ اس میں قرآن کے اعجاز کے پہلو، اس کی نظم کی خوبصورتی اور بلاغت کی شان نمایاں ہیں۔

جاراللہ زمخشری معتزلی العقیدہ تھے لیکن پھر بھی ان کی تفسیر بلاغت اور لغوی باریکیوں سے مزین ہے اور علمائے اہل سنت نے اس سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

تفسیر کشاف میں اختلاف کا منہج

تفسیر کشاف میں امام زمخشری نے مندرجہ ذیل اختلافی منہج اپنایا ہے:

نحو ولغت کے حوالے سے اختلاف

سورت فاتحہ کی آیت صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمتَ عَلَيهِم کے ضمن میں امام زمخشری نحوی اختلاف کے حوالے سے فرماتے ہیں:

صراط الذين أنعمت عليهم:بدل من الصراط المستقيم أو عطف بيان له ويجوز أن يكون منصوبًا باهدنا على تكرير العامل[89]

صراط الذین اَنعمت علیہم یا تو الصراط المستقیم کا بدل ہے یا اس کا عطفِ بیان ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اھدنا پر دوبارہ منصوب ہو یعنی تکرارِ عامل کے ساتھ۔

اور لغوی اختلاف کے حوالے سے آیت تلك أمة قد خلت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

ويجوز أن يكون من خلا بمعنى مضى[90]

یہ ممکن ہے کہ خلا کا معنی گزر جانا یا مر جانا ہو۔

بلاغت کے حوالے سے اختلاف

امام زمخشری بلاغت کے حوالے سے آیت مَا بَعُوضَةً فَمَا فَوقَهَا کے ضمن میں فرماتے ہیں:

عن ابن عباسؓ:فما فوقها في الصغر...وقال الحسنؒ:فما فوقها في الحقارة... وقال الضحاكؒ:فما فوقها في الجلالة[91]

ابن عباسؓ نے کہا:اس سے مراد اس سے بھی چھوٹی چیز ہے اور حسن بصریؒ نے کہا:اس سے مراد اور زیادہ حقیر چیز ہے اور ضحاکؒ نے کہا:اس سے مراد اور زیادہ جلیل چیز ہے۔

فقہی اختلافات

فقہی اختلاف کا منہج بھی تفسیر کشاف میں پایا جاتا ہے سورت بقرہ کی آیت وَٱتَّخِذُواْ مِن مَّقَامِ إِبۡرَاهِيمَ مُصَلًّى کے ضمن میں فرماتے ہیں:

قرأ نافع ويعقوب(واتخذوا)على الخبر...وقرأ الباقون على الأمر والمعنى:اجعلوه موضع صلاة[92]

نافع اور یعقوب نے (واتخذوا) کو خبر کے صیغے کے طور پر پڑھا جبکہ باقی قاریوں نے اسے امر کے طور پر پڑھا اور اس کا مطلب ہے:اسے نماز کی جگہ بنالو۔

عقیدہ وکلام کے حوالے سے اختلاف

امام زمخشری سورت فتح کی آیت يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ کے ضمن میں اپنے عقیدہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فإن قلت:كيف أثبت لله يدًا؟قلت:هو تمثيل ومعناه أن عقده معهم آكد من عقدهم[93]

اگر کہا جائے کہ اللہ کے لیے ہاتھ کیسے ثابت ہوا؟ تو میں کہوں گا: یہ محض تمثیل ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا عہد ان کے عہد سے زیادہ پختہ ہے۔

تاریخی حوالے سے اختلاف

امام زمخشری تاریخی اختلاف کے حوالے سے سورت بقرہ کی آیت إِنِّي جَاعِلٌ فِي الأَرْضِ خَلِيفَةً کے ضمن میں لکھتے ہیں:

قيل:خليفة عن الله في إقامة أحكامه وقيل:خليفة عن الجن الذين كانوا في الأرض فأفسدوا فيها[94]

کہا گیا اس سے مراد وہ خلیفہ ہے جو اللہ کی طرف سے اس کے احکام کے نفاذ میں جانشین ہو اور کہا گیا اس سے مراد وہ خلیفہ ہے جو جنّوں کی جگہ آئے جو اس سے پہلے زمین میں تھے اور فساد کرتے تھے۔

قرأتی اختلاف

امام زمخشری قرأت کے حوالے سے سورت النساء کی آیت وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

قرأ نافع وابن عامر والكسائي(والمقيمين)بالنصب...على المدح وقرأالباقون بالرفع عطفًا على ما قبل [95]

نافع، ابن عامر اور کسائی نے والمقیمین کو نصب کے ساتھ پڑھا بطور مدح اور باقی نے اسے رفع کے ساتھ پڑھا اس سے پہلے پر عطف کرتے ہوئے۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ امام زمخشری کے عقیدہ کے مطابق بھی تفسیر میں معتزلی ہونے کی جھلک نظر آتی ہے لیکن اس کے ساتھ صحابہ کرامؓ اور دیگر مفسرین کے دلائل بھی دیئے۔ امام زمخشری کی تفسیر کے حوالے سے مفسرین نے تعریف و توصیف بھی کی اور اگر محققانہ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ تفسیر کمال کا درجہ رکھتی ہے اور اپنی مثال آپ ہونے کے ساتھ اپنے فن میں یکتا ہے۔

نتائج و خلاصہ

اختلاف کی تاریخ وسیع ہے اور کائنات کی بناوٹ میں بھی اختلاف نظر آتا ہے جو کہ تنوع ہے۔ تفسیری اختلافات کے حوالے سے صحابہ کرامؓ اور تابعین بلکہ ہر دور کے مفسرین میں اختلاف رہا ہے جو کہ تنوع کی مثال ہے، اگر ہٹ دھرمی کی بجائے حق پرستی سے اختلاف کیا جائے تو وہ مذموم نہیں بلکہ محمود ہے۔ امام زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر الکشاف میں قرآن کی مختلف جہتیں بیان کی ہیں بعض اوقات یہ تغیر گرائمری اور لغوی امکانات کی شکل میں ہوتا ہے اور بعض اوقات بیان کی مختلف جہتیں تفسیری سطح پر ابھرتی ہیں۔ بعض اوقات فقہی تشریحات اور مطالعہ کی بنیاد پر معانی بدل جاتے ہیں اور بعض اوقات تاریخی اور تفسیری روایات میں تغیرات ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ بقرہ میں انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دو اقوال نقل کئے ہیں: یہ چھوٹی چیز ہے یا بڑی چیز ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت کی ہے کہ اس سے مراد زیادہ غیر اہم چیز ہے اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت کی ہے کہ اس سے مراد اعلیٰ اور عظیم چیز ہے۔ فقہی اختلاف میں انہوں نے کہا کہ سورۃ البقرہ کی آیت (اور انہوں نے نماز کے لیے ابراہیم کی جگہ لی) کی بنا پر قراءت میں فرق ہے نافع اور یعقوب نے اسے خبر کے طور پر پڑھا، لیکن باقی پڑھنے والوں نے اسے حکم کے طور پر پڑھا اور اسے نماز کی جگہ سمجھا۔ عقیدہ کے ضمن میں سورہ فتح کی آیت (اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے) کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایک تمثیل ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کا عہد بندوں کے عہد سے زیادہ طاقتور ہے۔ جہاں تک سورہ نساء کی آیت (اور نماز پڑھنے والے) کا تعلق ہے نافع، ابن عامر اور کسائی نے اسے نصب کے ساتھ پڑھا اور اسے حمد میں واپس لے لیا جبکہ باقی پڑھنے والوں نے اسے رفع کے ساتھ سابقہ پر لے لیا۔ لہٰذا زمخشری نے اختلاف کی روش کو متعدد طریقوں سے واضح کیا ہے کبھی عربی اور ساخت کے لحاظ سے اختلاف ظاہر کیا جاتا ہے اور کبھی بیان و مفہوم کے عناصر پر بحث کی جاتی ہے۔ فقہی اختلاف بھی نظر آتا ہے اور مختلف نظریات بھی نظر آتے ہیں۔

سفارشات

1. تفسیر کشاف کا دیگر تفاسیر سے تقابل کیا جائے خاص طور پر ان تفاسیر سے جن میں عقلی منہج تو استعمال کیا گیا لیکن رجحان معتزلی نہیں تھا۔
2. زمخشری کی لغوی آراء کا جدید لسانیات کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تاکہ زمخشری کی لسانی بصیرت واضح ہو۔
3. تفسیر کشاف اور علم کلام کے باہمی تعلق پر تحقیق کی جائے کہ کیسے یہ تفسیر محض لسانی نہیں بلکہ کلامی بھی ہے۔

حوالہ جات:

1 محمد بن مکرم بن علی ابوالفضل جمال الدین ابن منظور انصاری رویفعی افریقی، **لسان العرب**، (بیروت: دار صادر، 1414ھ)، 617/6-

2 ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ، **جامع البیان عن تاویل القرآن**، (قاہرہ: دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان، 1422ھ)، 8/1-

3 سورۃ الروم 22:30-

4 سورۃ البقرہ 213:02-

5 سورۃ الحشر 10:59-

6 مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری، **الکتاب الصحیح**، کتاب الصیام، (بیروت: دار السلام للنشر والتوزیع، 1422ھ)، رقم: 276-

7 سلیمان بن اشعث، سجستانی، **سنن ابی داؤد**، كتاب الطهارة، باب في الجنب يتوضأ ثم ينام، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1997ء)، 72/1-

8 اَبو عیسی محمد بن عیسیٰ ترمذي، **جامع ترمذی**، كتاب الطهارة، باب ما جاء في الوضوء بعد الغسل، (بیروت: مؤسسة الرسالۃ ناشرون، 2015ء)، رقم: 108-

9 شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن اَحمد قرطبي، **الجامع لأحكام القرآن**، (بیروت: مؤسسة الرسالہ ناشرون، 2006ء)، ص 220-

10 ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، بخاری، **الجامع الصحیح**، كتاب الحج، باب الحج عن الميت، (ریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، 2003ء)، رقم: 1852-

11 ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی، **کتاب الام**، باب الخلاف في الحج عن الميت، (بیروت: دار المعرفۃ، 1973ء)، ص 224-

12 سورۃ البقرہ 228:02-

13 ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ، **جامع البیان عن تاویل القرآن**، (قاہرہ: دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان، 1422ھ)، 142/4-

14 اَبو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی، **المصنّف فی الاحادیث والآثار**، (ریاض: مکتبہ الرشد، 1409ھ)، ص 142-

15 سورۃ المائدہ 06:05-

16 اَبو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی، **المصنّف فی الاحادیث والآثار**، (ریاض: مکتبہ الرشد، 1409ھ)، 12/1-

17 عبد الرزاق بن ہمام صنعاني، **المصنّف**، (بیروت: المکتب الاسلامی، 1403ھ)، 195/1-

18 مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری، **الکتاب الصحیح**، كتاب الطهارة، باب المسح على الناصية، (بیروت: دار السلام للنشر والتوزیع، 1422ھ)، رقم:

19 سورۃ المائدہ 38:05-

20 اَبو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ کوفی، **المصنّف فی الاحادیث والآثار**، (ریاض: مکتبہ الرشد، 1409ھ)، 516/5-

21 ایضاً، ص 517-

22 سورۃ البقرہ 234:02-

23 ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ، **تفسیر طبری**، (قاہرہ: دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان، 1422ھ)، 540/4-

24 عبد الرزاق بن ہمام صنعاني، **المصنّف**، (بیروت: المکتب الاسلامی، 1403ھ)، 8/7-

25 سورۃ الانفال 60:08-

26 ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ، **تفسیر طبری**، (قاہرہ: دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان، 1422ھ)، 48/13-

27 ایضاً، ص 49-

28 سورۃالنور45:24-
29 ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ،تفسیر طبری،(قاہرہ:دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان،1422ھ)،115/17-
30 ایضاً،ص116-
31 سورۃالم نشرح07:94-
32 ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ،تفسیر طبری،(قاہرہ:دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان،1422ھ)،33/20-
33 ایضاً،ص34-
34 سورۃآل عمران133:03-
35 ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ،تفسیر طبری،(قاہرہ:دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان،1422ھ)،110/22-
36 ایضاً،ص111-
37 سورۃالتوبۃ60:09-
38 ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ،تفسیر طبری،(قاہرہ:دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان،1422ھ)،48/12-
39 ایضاً،ص49-
40 ایضاً
41 ایضاً،350/4-
42 ایضاً،ص351-
43 سورۃالتکویر18:81-
44 ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ،تفسیر طبری،(قاہرہ:دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان،1422ھ)،460/19-
45 ابوعبداللہ محمد بن احمد اندلسي قرطبي،جامع الاحکام البیان،(قاہرہ:دارالکتب المصریۃ،1384ھ)،395/21-
46 أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقي الشافعي،تفسیر القرآن العظیم،(بیروت:دارالکتب العلمیہ،1419ھ)،102/6-
47 سورۃالنحل43:16-
48 ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ،جامع البیان عن تاویل القرآن،(قاہرہ:دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان،1422ھ)،8/1-
49 ابوعبداللہ محمد بن احمد اندلسي قرطبي،تفسیر قرطبی،(قاہرہ:دارالکتب المصریۃ،1384ھ)،350/19-
50 محمد طاہر بن محمد بن محمد طاہر بن عاشور تونسي،التحریر والتنویر،(بیروت:دار احیاء التراث العربی،2000ء)،45/13-
51 سورۃالحج10:48-
52 ابوالفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر،تفسیر ابن کثیر،295/3-
53 ابوعبداللہ محمد بن احمد اندلسي قرطبي،تفسیر قرطبی،(قاہرہ:دارالکتب المصریۃ،1384ھ)،180/6-
54 سورۃعبس33:80-
55 ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ،تفسیر طبری،(قاہرہ:دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان،1422ھ)،230/19-
56 ابوعبداللہ محمد بن احمد اندلسي قرطبي،تفسیر قرطبی،(قاہرہ:دارالکتب المصریۃ،1384ھ)،75/17-
57 سورۃالبقرہ43:02-
58 امام یحیی بن شرف نووی،شرح المذہب،(بیروت:دار الکتب العلمیہ،1423ھ)،150/2-
59 شمس الأئمۃ أبو بکر محمد بن أحمد بن أبي سھل سرخسي،المبسوط،(بیروت:دارالکتب العلمیہ،2001ء)،ص200-
60 ایضاً،85/3-

61 سورۃ النساء59:04-

62 ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ، تفسیر طبری، (قاہرہ: دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان، 1422ھ)، 210/8-

63 ابو عبد اللہ محمد بن احمد اندلسي قرطبي، تفسیر قرطبی، (قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، 1384ھ)، ص150-

64 سورۃ بنی اسرائیل85:17-

65 ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ، تفسیر طبری، (قاہرہ: دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان، 1422ھ)، 320/16-

66 ابو عبد اللہ محمد بن احمد اندلسي قرطبي، تفسیر قرطبی، (قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، 1384ھ)، 210/15-

67 جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، (مصر: الھیئۃ العامۃ للکتاب، 1974ء)، ص440-

68 ڈاکٹر محمد کاظم شاکر، **تفسیری اختلافات کی وجوہات**، مترجم: سید حسنین عباس گردیزی، (مجلہ نور معرفت، جنوری-مارچ 2021ء)، ص8-

69 سورۃ النحل127:16-

70 ابو جعفر محمد بن جریر طبریؒ، تفسیر طبری، (قاہرہ: دار ہجر للطباعۃ والنشر والتوزیع والإعلان، 1422ھ)، ص314-

71 ابو الفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، 295/3-

72 سورۃ الروم30:30-

73 رفیق احمد بالاکوٹی، **فقہ اور اصول فقہ**: مسالک اربعہ میں آئمہ کے اختلاف کے بنیادی اجتہادی اصول، (کراچی: جامعہ بنوری ٹاؤن، 2019ء)، ص45-

74 ایضاً

75 مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری، الکتاب الصحیح، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ، (بیروت: دار السلام للنشر والتوزیع، 1422ھ)، رقم: 7447-

76 موفق الدین عبد اللہ بن احمد مقدسی، المغنی فی فقه الإمام احمد بن حنبل الشیبانی، (بیروت: دار الفکر، 1998ء)، 123/6-

77 أبو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد قرطبي أندلسي، الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار وعلماء الأقطار فيما تضمنه الموطأ من معاني الرأي والآثار، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1982ء)، 56/4-

78 ابن عبد البر، نفس مصدر

79 تقيّ الدّين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم، ابن تيمية، الفتاوى الكبرى، (بیروت: دار الفکر، 1995ء)، 23/7-

80 موفق الدین عبد اللہ بن احمد مقدسی، المغنی فی فقه الإمام احمد بن حنبل الشیبانی، (بیروت: دار الفکر، 1998ء)، 10/1-

81 فخر الدین رازی، مفاتیح الغیب، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1981ء)، 141/18-

82 ابو الفضل علی بن حسن علی آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و سبع المثانی، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1995ء)، 157/13-

83 ابو عبد اللہ محمد بن احمد اندلسي قرطبي، تفسیر قرطبی، (قاہرہ: دار الکتب المصریۃ، 1384ھ)، 210/2-

84 موفق الدین عبد اللہ بن احمد مقدسی، المغنی فی فقه الإمام احمد بن حنبل الشیبانی، (بیروت: دار الفکر، 1998ء)، 88/3-

85 ابو القاسم محمود بن عمر زمخشری، الكشاف عن حقائق التنزيل وعيون الأقاويل في وجوه التأويل، (بیروت: دار الکتاب العربی، 1987ء)، 701/4-

86 أبو عبد اللہ محمد بن عمر تیمي بكري رازي، التفسير الكبير، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1999ء)، 236/30-

87 أبو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدي سمرقندي، تأويلات أهل السنة، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2005ء)، 569/9-

88 ایضاً،

89 أبو عبد الله محمد بن أحمد ذہبي دمشقي، **التفسير والمفسرون: دراسة لتفسير القرآن الكريم ومناهج المفسرين**، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1396ھ)، 306/1-

- ❖ بدل: دوسرا لفظ پہلے کی جگہ آسکتا ہے (توضیح کے لیے)
- ❖ عطفِ بیان: بدل کی ایک قسم ہے مگر اس میں زیادہ قریب کی وضاحت اور زور پایا جاتا ہے۔
- ❖ تکرارِ عامل: ایک ہی عامل (فعل یا حرف) کو دوبارہ لانا تاکہ زور اور تاکید پیدا ہو۔

90 ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری، **الكشاف عن حقائق التنزيل وعيون الأقاويل في وجوه التأويل**، (بیروت: دارالکتاب العربی، 1987ء)، 50/1-

91 امام زمخشری، نفس مصدر، ص 317-

92 ایضاً، ص 114- خبر کا صیغہ: حقیقت یا اطلاع بیان کرنے والا جملہ۔ امر کا صیغہ: حکم یا ہدایت دینے والا جملہ

93 ایضاً، ص 148-

94 ایضاً، 319/4-

95 ایضاً، 115/1-

- ❖ نصب: فتحہ والی حالت (اکثر مفعول وغیرہ)
- ❖ مدح: تعریف کے لیے منصوب کلمہ
- ❖ رفع: ضمہ والی حالت (اکثر فاعل یا مبتداء وغیرہ)
- ❖ عطف: کسی لفظ کو دوسرے سے جوڑنا (اعراب برابر ہوتا ہے)